بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

گیارہ ستمبر کے مبارک غزوات کے بعد

شیخ اسامہ بن لادن حفظہ اللہ کا اہم خطاب

اور ہم اپنے نفس کے شرور سے اور اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا کر دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اما بعد،

عالمی کفر کے امام امریکہ پر ہونے والے مبارک حملوں کے تین ماہ بعد اس موقع پر جب کہ عالم اسلام پر صلیبی حملے کو بھی قریب قریب دو ماہ کا عرصہ گزرنے کو ہے ضروری محسوس ہوتا ہے کہ ان واقعات کے نتائج وعواقب کا گہری نظر سے جائزہ لیا جائے۔ ان واقعات نے انتہائی اہمیت کے حامل بہت سے امور کو واضح کر دکھایا اور اس کے ساتھ ساتھ مغرب اور خصوصاً امریکہ کا اسلام کے خلاف وہ بغض وتعصب بھی روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آ گیا جس کی فی زمانہ کوئی مثال ملنا مشکل ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ دو ماہ انواع واقسام کے امریکی طیاروں سے ہونے والی بارود کی مسلسل بارش کے نیچے گزارے ہیں وہ اس سے بخوبی واقف ہیں۔ سو کتنی ہی بستیاں ایسی ہیں جو صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئیں اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کی تعداد کا اگر ہم اندازہ کرنا چاہیں تو لاکھوں تک پہنچتی ہے جنہیں شدید ترین سردی میں کھلے

آسمان تلے لا کھڑا کر دیا گیا۔ وہ ضعیف مرد، عورتیں اور بچے جن کے لیے آج پاکستان میں موجود خیموں کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں اور جن کا قصور بھی کچھ نہ تھا۔ بلکہ محض ایک شک کی بنیاد پر امریکہ نے اپنے پورے لاؤ لشکر سمیت ان پر ہلہ بول دیا۔ اگر امریکہ کے پاس اس بات کے یقینی ثبوت ہوتے کہ ان حملوں میں ملوث افراد کا تعلق یورپ کے کسی ملک مثلاً آئر لینڈ سے ہے تو اس کے پاس اس مسئلہ کے حل کے لیے بہت سے دوسرے طریقے ہوتے ۔لیکن عالم اسلام پر محض ایک شبہ کی بنیاد پر یہ حملہ کر دیا گیا ۔لہٰذا ان کا اصل قبیح چہرہ اور عالم اسلام کے ساتھ ان کا صلیبی تعصب کھل کر سامنے آ گیا۔ اپنے اس بیان میں، میں چاہوں گا کہ اس جنگ کی اصل حقیقت کو واضح کر دوں جو ہمارے اور امریکہ کے مابین جاری ہے۔ اور جس کی وضاحت محض عالم اسلام ہی کے لیے نہیں بلکہ تمام عالم انسانی کے لئے حد درجہ اہمیت کی حامل ہے۔ سو آج امریکہ اللہ کی راہ میں نکلنے والے ان مہاجرین اور مجاہدین پر جو الزام تراشی کرتا دکھائی دیتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں، بلکہ یہ تو محض بے بنیاد پراپیگنڈہ اور بہتان تراشی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عرب مجاہدین کی تاریخ دن کے اجالے کی طرح روشن اور ہر طرح کے عیب سے پاک ہے۔ یہ لوگ بیس سال پہلے اس وقت نکلے جب سوویت یونین نے معصوم افغان بچوں اور ضعیف لوگوں کے خلاف اندھی جارحیت کا مظاہرہ کیا۔ یہ مجاہدین اپنی نوکریاں، اپنی جامعات، اپنے اہل وعیال اور اپنے عزیز واقارب کو خیر آباد کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں اس کے دین اور ضعیف مسلمانوں کی نصرت کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ بھلا وہ لوگ جو نکلے ہی ضعفاء کی نصرت کے لیے تھے ،ان کے بارے میں عقل کیسے گوارا کر سکتی ہے کہ وہی معصوم لوگوں کی جانیں لینے لگیں، جیسا کہ یہ لوگ بہتان لگاتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہی امریکہ جو روس کے خلاف لڑنے والے ہر مجاہد کی تائید کیا کرتا تھا، اس وقت غضبناک ہو گیا اور بیہودگی کے ساتھ پیٹھ پھیر گیا جب افغانستان میں لڑنے والے مجاہدین نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے معصوم بچوں کی نصرت کے لیے فلسطین کا رخ کیا۔ سو آج جو کچھ فلسطین

میں ہورہا ہے وہ ایک ایسا واضح امر ہے جس کی ناپسندیدگی پر آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک تمام انسانیت کا اتفاق رہا ہے۔اگرچہ انسانی فطرت بسا اوقات فساد کا شکار بھی ہوجایا کرتی ہے اور بہت سے امور میں انسانوں کے مابین اختلاف بھی واقع ہوجاتا ہے، تاہم بعض امور ایسے ہیں جنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اختلاف سے بچا رکھا ہے۔اس فطرت سے صرف وہی شخص ہٹتا ہے جو ظلم اور سرکشی کی تمام حدود پار کرجائے۔لہٰذا یہ فطرت انسانی کے مبادیات میں شامل ہے کہ چاہے انسان کو کتنا ہی ظلم وزیادتی کا نشانہ کیوں نہ بنایا جائے لیکن وہ معصوم بچوں کو قتل کرنا گوارا نہیں کرسکتا۔جو کچھ فلسطین میں معصوم بچوں کے قتل عام کی صورت میں ہوچکا ہے اور جو کچھ تاحال جاری ہے اس نے ظلم وزیادتی اور بہیمیت کی ایک نئی داستان رقم کی ہے اور یہ صرف اہل فلسطین کے لئے نہیں بلکہ تمام عالم انسانیت کے لئے ایک متوقع خطرے کی حیثیت رکھتا ہے۔تاریخ انسانی میں اس طرح بچوں کے قتل عام کی مثال تلاش کرنا مشکل ہے بلکہ اصلاً یہ تو فرعون کا طریقہ تھا جس سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنے فضل وکرم سے نجات عطا فرمائی۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات عطا فرمائی، جو تمہیں بدترین عذاب میں مبتلا کئے رکھتے تھے۔تمہارے بیٹوں کو ذبح کردیتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے'' (البقرہ:۴۹)۔بچوں کا یوں ذبح کرنا ہی فرعون کے ظلم وسرکشی اور اس کی سنگدلی کی شہرت کا باعث بنا۔آج بنی اسرائیل نے فلسطین میں ہمارے بچوں کے خلاف فرعون کا وہی طریقہ اپنا رکھا ہے۔ساری دنیا نے دیکھا کہ کس طرح اسرائیلی فوجیوں نے ''معصوم محمد الدّرہ'' کو سرعام قتل کیا اور ''محمد الدّرہ'' کے علاوہ کتنے اور ایسے ہیں جن کا کوئی شمار ہی نہیں۔شرق وغرب کی تمام اقوام نے باوجود اپنے ملی اختلافات کے محض انسانیت کے ناطے اس فعل کی شدید مذمت کی لیکن اس سب کے باوجود امریکہ اپنی سرکشی پر قائم رہتے ہوئے مسلسل ان فسادی لوگوں کی پشت پناہی جاری رکھے ہوئے ہے جو فلسطین میں ہمارے بچوں کا خون بہا رہے ہیں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں

فرمادیا کہ کوئی شخص جب بغاوت اور سرکشی پر اتر آئے اور اس حد تک جا پہنچے کہ دوسروں کو قتل کرنے لگے تو یہ اخلاقی گراوٹ کی نشانی ہے۔ جبکہ اس گراوٹ کی بھی آخری انتہاء یہ ہے کہ کوئی شخص بچوں کی جانیں لینے لگے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ''ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جس شخص نے کوئی ایک جان بھی ناحق یا بغیر زمین میں فساد برپا کرنے کے لی تو گویا اس نے تمام انسانیت کو قتل کر دیا، اور جس نے ایک بھی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانیت کو زندہ کر دیا'' (المائدۃ: ۳۲)۔ لہٰذا اسرائیل اور اس کا پشت پناہ امریکہ گویا تمام دنیا کے بچوں کے قاتل ہیں۔ بھلا کل کو اسرائیل کو تبوک، الجوف اور دوسرے علاقوں میں ہمارے بچوں کو قتل کرنے سے کون روکے گا؟ اور اس وقت یہ حکمران کیا کریں گے جب اسرائیل اپنی خودساختہ اور جھوٹی مذہبی کتابوں میں بیان کردہ سرحدوں میں توسیع کے ارادے سے خود ان پر بھی چڑھائی کر دے گا؟ اور اسرائیلی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اسرائیل کی حدود مدینہ منورہ تک ہیں ۔ یہ حکام جو اس وقت اس امریکی صہیونی ٹولے کے آگے سجدہ اطاعت بجالائے بیٹھے ہیں اس وقت کیا کرسکیں گے عقل کا تقاضا ہے کہ اب یہ لوگ جاگ جائیں۔ محمد الدّرہ کے ساتھ جو سلوک ہوا کل کو یہی کچھ ان کے اپنے بچوں اور عورتوں کے ساتھ بھی ہوگا۔ اور بے شک غلبے اور قوت کا مالک تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے۔ اس لحاظ سے اس مسئلہ سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں کہ امریکہ اس مذموم جارحیت کی جو فلسطین اور عراق میں جاری ہے مکمل طور پر پشت پناہی کر رہا ہے۔ بدبخت بڑا بش صرف عراق میں مردوں اور عورتوں کے علاوہ دس لاکھ بچوں کے قتل کا سبب بنا۔ ۲۲ جمادی الثانی ۱۱ ستمبر کے واقعات ،فلسطین، عراق، صومالیہ، اور جنوبی سوڈان اور اس کے علاوہ کشمیر اور آسام میں ہمارے بچوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف صرف ایک ردعمل ہیں۔ امت مسلمہ کو چاہیئے کہ اب وہ خواب خرگوش سے جاگ جائے اور اس عظیم مسئلہ کے حل کی جانب توجہ دے جس سے تمام انسانیت خطرے میں ہے۔ رہ گئے وہ لوگ جو ان حملوں کی مذمت کرتے دکھائی دیتے ہیں تو فی الحقیقت وہ ان واقعات کو اصل پس منظر

اوراسباب سے ہٹا کر دیکھ رہے ہیں جن کی جانب میں نے اشارات کیئے۔ان کے فہم ونظر کی رسائی اصل حقائق تک ہے ہی نہیں کہ وہ اس مسئلہ کو شرعی اور عقلی بنیادوں پر پرکھ سکیں۔ان کا معاملہ تو بس اتنا سا ہے کہ انہوں نے دوسرے لوگوں اور امریکی ذرائع ابلاغ کو ان حملوں کی مذمت کرتے ہوئے دیکھا تو خود بھی ان کی مذمت کرنے لگے۔ان لوگوں کی مثال اس بھیڑیے کی مانند ہے جس نے بکری کے ایک نوزائیدہ بچے کو دیکھا تو کہنے لگا کہ: اچھا تم ہی وہ ہو جس نے پچھلے سال میرا پانی گدلا کر دیا تھا۔اس نے کہا اے فلاں میں نے ایسا نہیں کیا۔بھیڑیے نے کہا: نہیں تم ہی نے کیا تھا۔میمنہ کہنے لگا: میں تو پیدا ہی اسی سال ہوا ہوں۔بھیڑیے نے کہا: تو پھر وہ تمہاری ماں ہوگی، اور یہ کہہ کر اس بچے کو کھا گیا۔سو اس وقت وہ بیچاری بکری جو اپنے بچے کو بھیڑیے کے دانتوں میں چلاّتے ہوئے دیکھ رہی سوائے اس کے اور کر ہی کیا سکتی تھی کہ اپنی مامتا سے مجبور ہو کر اس سے الجھ پڑے۔سو اس بکری نے بھیڑیے کو سینگ مارا جس سے بہرحال بھیڑیے کا کیا بگڑنا تھا، لیکن بھیڑیا یہ کہتے ہوئے چلاّیا کہ: ذرا دیکھو تو اس دہشت گرد کو! اس بات پر پاس بیٹھے طوطے بھی چلاّنے لگے اور بھیڑیے کی تائید میں بولنے لگے کہ: ہم بکری کے بھیڑیے کو سینگ مارنے کی شدید مذمت کرتے ہیں۔بھلا اس وقت تم لوگ کہاں تھے جب بھیڑیا بکری کے بچے کو اپنے دانتوں سے بھنبھوڑ رہا تھا۔لہٰذا یہ مبارک اور کامیاب حملے محض اس ظلم کا ردّعمل ہیں جو فلسطین، عراق اور دیگر اسلامی علاقوں پر مسلسل ڈھایا جا رہا ہے، اور امریکہ اس چھوٹے بش کی قیادت میں ابھی تک اپنے اس ظالمانہ رویہ کو جاری رکھے ہوئے ہے جس نے اپنے اقتدار کا آغاز ہی عراق پر شدید ترین فضائی حملے سے کیا تا کہ ظلم اور ہٹ دھرمی کی سیاست میں اپنا نام پیدا کر سکے اور یہ ظاہر کر دے کہ ان کے نزدیک خونِ مسلم کی ذرہ برابر بھی قدر نہیں۔لہٰذا یہ حملے ان کی ظلم و زیادتی کا منہ توڑ جواب ہیں۔ان مبارک حملوں نے بہت سے حقائق کو آشکارا کر دیا اور یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ یہ متکبر قوت، جو اس زمانہ کا ہبل بت ہے، اگر کھڑی ہے تو محض اپنی مضبوط معیشت کے سہارے پر۔اس

کی بنیادیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اب کھوکھلی ہوچکی ہیں اور یہ عمارت اب زمین بوس ہونے ہی کو ہے۔ان مبارک حملوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والے کوئی انیس ممالک نہ تھے اور نہ ہی اس مقصد کی خاطر ان عرب ریاستوں کی افواج اور حکومتی وزرا کو حرکت میں لایا گیا جن کا کام فلسطین اور دیگر مسلم علاقوں میں ہونے والے ہر ظلم وستم پر مجرمانہ خاموشی اختیار کرنا اوران کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرنا ہے بلکہ تو درجہ ثانویہ میں پڑھنے والے صرف انیس (۱۹) طالب علم تھے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی شہادت کو قبول فرمائے۔ان نوجوانوں نے امریکی ریاست کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا اور امریکی معیشت اور وقت کی سب سے بڑی عسکری قوت پر ایسی چوٹ لگائی جسے یہ کبھی بھول نہ سکیں گے۔لہٰذا اب اس بات کا اندازہ لگانا بالکل مشکل نہیں کہ سودی بنیاد پر کھڑا اقتصادی نظام جسے امریکہ پوری دنیا میں کمزور طبقات پر اپنا کفریہ نظام مسلط کرنے کے لیے اپنی عسکری قوت کے ساتھ استعمال کر رہا ہے اسے گرا لینا کوئی مشکل کام نہیں۔ان مبارک ضربوں کے ذریعہ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے امریکہ کو نیویارک اور دوسری مارکیٹوں میں سو ارب ڈالر سے زیادہ کا خسارہ اٹھانا پڑا جس کا اعتراف امریکہ نے خود کیا۔یہ نوجوان ان اسباب کو استعمال میں لائے جو بالکل آسانی سے میسر تھے۔انہوں نے کسی باقاعدہ فوجی تربیت کے مرکز سے تربیت حاصل نہیں کی، بلکہ دشمنوں ہی کے جہازوں کو استعمال کیا اور اسی کی درسگاہوں سے تربیت حاصل کی، لیکن پھر بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان پر فتح کے دروازے کھول دیے اور انہوں نے ان متکبر امریکیوں کو ایک ناقابل فراموش درس دیا جن کے ہاں آزادی صرف سفید چمڑی والوں کے لئے ہے۔یہ لوگ اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں کہ دوسرے لوگوں کو غلام بنا کر رکھیں اور انہیں ایسا حقیر جانتے ہیں کہ کہ وہ ان کے آگے حرکت تک نہ کریں۔جب بھی ان کے حکمران ہم پر مظالم کے پہاڑ توڑتے ہیں تو یہ امریکی عوام ان کی مکمل تائید کرتے ہیں جیسا کہ اس سے پہلے عراق کے معاملے میں ہم نے مشاہدہ کیا۔سو میں تو یہ کہتا ہوں کہ گرچہ امریکہ نے افغانستان پر اپنے اس حالیہ حملے میں وہاں

کے کمزوراور ناتواں لوگوں پر ظلم وستم کی نئی داستان رقم کردی تاہم اس متکبر قوت کے خلاف دفاع کی اس حالت میں بھی ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہت سے قیمتی اور اہم دروس حاصل کئے۔مثال کے طور پر دشمن سے مقابلہ کے دوران دفاعی خط اگر لمبائی میں سوکلومیٹر لمبا ہے تو اسے چوڑائی میں بھی زیادہ ہونا چاہیے یعنی اس صورت میں خط دفاع کی چوڑائی سو،دوسو یا تین سو میٹر تک کفایت نہیں کرے گی ، بلکہ اسے بھی کئی کلومیٹر چوڑا ہونا چاہیئے ،اور طول وعرض دونوں جانب خندقیں کھودی جانی چاہئیں ،لہٰذا اس وجہ سے امریکی بمباری خط کے آخر تک پہنچتے پہنچتے اپنی شدت کھودیتی تھی۔اس کے ساتھ ساتھ ہلکی اور وسیع الحرکت ٹولیاں مقرر کی جائیں جو تیزی کے ساتھ ایک خط سے دوسرے خط تک اور ایک دفاعی پٹی سے دوسری پٹی تک تیزی سے حرکت کرسکیں۔کابل اور شمالی محاذوں پر شدید ترین امریکی بمباری کے باوجود اس حکمت عملی پر عمل کے باعث ہمیں بہت فائدہ ہوا ور اس طرح سے امریکہ اگر کئی سال بھی لگارہے تو مجاہدین کے خطوط توڑنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ قتال کے لئے دوعناصر کا ہونا لازم ہے۔ایک عسکری قوت اور دوسری مالی قوت ،جس سے اسلحہ اور دیگر ضروریاتِ جنگ خریدی جاتی ہیں۔اور یہی بات اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کی اور متعدد آیات میں اس کی تاکید فرمائی جیسا کہ فرمان ہے: ’’بے شک اللہ نے مومنین سے ان کی جانیں اور اموال جنت کے عوض میں خرید لئے ہیں‘‘ (التوبہ:۱۱۱)۔لہٰذا مال بھی لازم ہے اور جان بھی۔اب جہاں تک امریکہ کی عسکری قوت کا معاملہ ہے تو اس کے اور ہمارے درمیان فرق وتفاوت بہت زیادہ ہے اور ہمارے اسلحے کی ان کے جہازوں تک رسائی نہیں۔زیادہ سے زیادہ اگر ہم کچھ کر سکتے ہیں تو وہ یہ کہ دفاعی خطوط کو وسعت دے کر فضائی حملوں کی شدت میں کمی پیدا کر دی جائے۔لیکن ایک دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان کی اقتصادی قوت پر ضرب لگائی جائے۔اور حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کی عسکری قوت محض معاشی قوت کے سر پر کھڑی ہے۔لہٰذا جب یہ جاتی رہے گی تو لازمی سی بات ہے کہ امریکہ کو کمزور طبقات کو اپنا غلام بنانے کی بجائے

خود اپنی ہی فکر دامن گیر ہو جائے گی۔لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام تر وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے امریکہ کی اقتصادی قوت پر ضربیں لگائی جائیں۔یہ لوگ جو انسانی حقوق کے علمبردار اور حریت انسانی کے پاس دار ہونے کے دعوے کرتے تھکتے نہیں،ان واقعات نے ان کے اصل جرائم سے پردہ اٹھادیا۔اس بات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک انسان کی ہلاکت کے لئے محض سات گرام بارود کافی ہے، بلکہ یہ بھی زیادہ ہے لیکن اسی امریکہ نے طالبان اور عام مسلمانوں کے ساتھ اپنے بغض وعداوت کا اظہار کرتے ہوئے سات ٹن یعنی سات ہزار کلوگرام تک کے بم برسائے۔اے حساب کرنے والوں حساب کر کے تو دیکھو!سات ٹن کا مطلب ہے ستر لاکھ گرام!جبکہ انسان کی ہلاکت کے لئے سات گرام بارود بھی ضرورت سے زائد ہے۔جب ہمارے کچھ نوجوانوں نے نیروبی میں امریکی سفارت خانے پر دوٹن وزنی بم چلایا تو امریکہ چلا اٹھا کہ:''یہ صریح دہشت گردی ہے اور اس میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار استعمال کئے گئے ہیں''۔جبکہ یہ خود چاہے سات سات ٹن وزنی بم برساتے رہیں اس میں کوئی حرج نہیں؟اس طرح انہوں نے ایک پوری بستی کو صرف اس لئے ملیامیٹ کر دیا کہ لوگ ڈر جائیں اور عرب مجاہدین کی مہمان نوازی بلکہ ان کے قریب آنے سے بھی گریز کریں۔اور اس سب کے بعد ان کا وزیر دفاع نمودار ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ہمارا حق ہے۔یعنی یہ ان کا حق ہے کہ پوری پوری بستیاں صفحہ ہستی سے مٹادیں بس اس شرط کے ساتھ کہ ایک تو وہ مسلمان ہوں اور دوسرے غیر امریکی۔یہ ان کا ایسا واضح جرم ہے جس سے یہ انکار نہیں کر سکتے۔اور ہر مرتبہ ان کی جانب سے ایسے اقدامات کے بعد ہم یہی سنتے ہیں کہ ایسا غلطی سے ہو گیا جبکہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔چند دن قبل انہوں نے اپنے تئیں خوست میں القائدہ کے ایک مرکز پر حملہ کیا اور مسجد میں بم پھینکنے کے بعد کہنے لگے کہ:''بم غلطی سے جالگا''۔جبکہ بعد میں تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اس مسجد میں علماء کرام نماز تراویح میں مشغول تھے اور بعد از نماز اس جگہ پر عظیم مجاہد قائد، بطل جہاد، مولانا جلال الدین حقانی جو سوویت اتحاد

کے خلاف جہاد میں مرکزی راہنما کی حیثیت رکھتے تھے اور جنہوں نے ارض افغانستان پر امریکی قبضہ کو مانتے سے بھی صاف انکار کر دیا وہ ایک اجتماع منعقد کرنے والے تھے۔ان لوگوں نے حالت نماز میں مسجد پر بم برسایا جس سے وہاں موجود ایک سو پچاس افراد شہید ہو گئے۔ولاحول ولاقوۃ الا باللہ! تاہم اللہ کے فضل وکرم سے شیخ جلال الدین محفوظ رہے۔اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔سو یہ ہے ان کا بغض اور نفرت سے بھرپور چہرہ،لہٰذا ان لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو بغیر تحقیق کے سنی سنائی باتوں پر یقین کرتے ہوئے دوسری کی پیروی میں خود بھی ان حملوں کی مذمت میں اپنی زبانیں چلانے لگتے ہیں۔امریکہ کے خلاف ہماری یہ دہشت گردی جائز اور مطلوب ہے،تاکہ ظالم کو اس کے ظلم سے روکا جائے اور امریکہ اسرائیل کی پشت پناہی سے اپنا ہاتھ کھینچ لے جو کہ بے دریغ ہمارے بچوں کا قتل عام کر رہا ہے۔اور یہ بات بالکل واضح اور غیر مبہم ہے لیکن پھر بھی یہ لوگ کیوں نہیں سمجھتے۔امریکہ اور دوسرے مغربی لیڈر بارہا فلسطین میں لڑنے والی تنظیمات حماس،الجہاد اور دوسری تنظیموں کو دہشت گرد قرار دے چکے ہیں۔اگر اپنا دفاع کرنا بھی دہشت گردی تو آخر بھی جائز کیا ہے؟ لہٰذا ہمارے دفاع اور ہمارے قتال کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں چاہے وہ ہم ہوں چاہے فلسطین میں لڑنے والے ہمارے حماس کے بھائی،ہم سب اس لئے لڑتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ سر بلند ہو اور کافروں کے دعوے باطل ہو جائیں۔اور تاکہ فلسطین اور دوسرے مسلم علاقوں میں کمزور اور نادار لوگوں پر ہونے والے مسلسل ظلم کو روکا جا سکے۔اسی طرح یہ بات بھی واضح رہنی چاہئے کہ کسی مسلمان کے لئے قطعی طور پر جائز نہیں کہ وہ کسی بھی تاویل کی گنجائش نکالتے ہوئے کفار کی حمایت کے اس گھڑے میں جا گرے کیونکہ یہ تو ایک انتہائی بھیانک اور شدید ترین نوعیت کی مذموم صلیبی جنگ ہے جسے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف پھیلایا جا رہا ہے۔سو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے امریکہ کا خاتمہ بالکل قریب ہے اور ویسے بھی اس کا انجام بد اس بندۂ فقیر کے ساتھ مشروط نہیں۔اسامہ مارا جائے یا بچا رہے اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا،اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے

اس امت میں بیداری کا عمل شروع ہو چکا ہے اور یہ بیداری ان مبارک حملوں کے ثمرات میں سے ایک ثمر ہے۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان نوجوانوں کی شہادت کو قبولیت کا درجہ عطا فرمائے اور انہیں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ساتھ عطا فرمائے، اور کیا ہی خوب رفاقت ہے ان لوگوں کی۔ ان نوجوانوں نے ایک عظیم اور عالی قدر کام سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور انہیں ان کے والدین کے لئے بھی اخروی اثاثہ بنائے۔ انہوں نے مسلمانوں کے سروں کو فخر سے بلند کر دیا اور امریکہ کو ایک ایسا سبق سکھایا جسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ بھولنا بھی چاہے گا تو بھول نہ پائے گا۔ اور میں نے تو اے۔ بی۔ سی چینل کو دیے جانے والے اپنے انٹرویو میں پہلے ہی خبردار کر دیا تھا کہ امریکہ نے ارضِ حرمین کے جن سپوتوں سے جنگ مول لی ہے اس میں عنقریب وہ ایسی شکست کھائے گا کہ ویت نام میں ہونے والی اپنی ہزیمت کو بھی بھول جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہوا بھی اسی طرح اور اللہ کے حکم سے ابھی جو کچھ ہونے والا ہے وہ اس سے بھی بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو شہداء میں قبول فرمائے۔ فی سبیل اللہ نکلنے والے نوجوانوں میں سے پندرہ کا تعلق سرزمین حرمین سے تھا، وہ سرزمین حرمین جو ایمان کی سرزمین ہے، جو مسلمانوں کے لئے عظیم خزانہ ہے، اور یہی وہ سرزمین ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کے مطابق ایمان اس طرح لوٹ کر اکٹھا ہو جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل کی جانب لوٹ کر آتا۔ اسی طرح دو مجاہد مشرقی جزیرۃ العرب ، امارات سے نکلے۔ اسی طرح شام سے زیاد الجراح اور ارض کنانہ مصر سے محمد عطاء نکلے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو شہداء کے زمرے میں قبول فرمائے۔ ان نوجوانوں نے اپنے اس عمل کے ذریعے اپنے پیچھے بہت سے عظیم اور ناقابل فراموش دروس چھوڑے، اور یہ واضح کر دکھایا کہ انسان کے دل میں موجود ایمان اپنی سچائی کے ثبوت کے طور پر اس سے کچھ تقاضے کرتا ہے، اور ان تقاضوں میں سے ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ انسان لا الہ الا اللہ کی خاطر اپنی جان تک کا نذرانہ پیش کرنے سے دریغ نہ کرے اور بلاشبہ ان

جانبازوں نے اپنے اس عمل سے خیراورحق کا ایک عظیم دروازہ کھول دیا۔رہ گئے ٹی وی چینلوں پر ان شہیدی حملوں کوغیر شرعی قرار دینے والے یہ دانشور،تو یہ صرف امریکہ اوراس کے چیلوں کی خواہشات کی ترجمانی کرنے والے ہیں۔ایک ارب بیس کروڑ امت کومشرق سے لےکر مغرب تک فلسطین اورعراق میں،صومالیہ اورجنوبی سوڈان میں،کشمیر میں فلپائن میں بوسنیا،چیچنیا اورآسام میں دن رات ذبح کیا جارہا ہے۔ان کے لئے ہمیں ان کی جانب سے ایک لفظ سننے کونہیں ملتا،لیکن جب کوئی شخص قربانی کی مثال قائم کردے تو ان نام نہاد دانشوروں کی آوازیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ایک ارب بیس کروڑ مسلمانوں کے گلوں پر چھریاں چل رہی ہیں لیکن انہیں اس بات کا احساس تک نہیں۔اور جب ان میں سے کوئی اپنے دفاع کی خاطر اٹھتا ہے تو نام نہاد دانشوروں کی زبانیں ان طواغیت کی جانب سے رٹایا ہوا سبق سنانے لگتی ہیں۔یہ لوگ عقل سے بالکل عاری اور فہم سے کوسوں دور ہیں۔لڑکے،بادشاہ،جادوگراور راہب والی حدیث میں لا الٰہ الا اللہ کی خاطر اپنی جان خود پیش کردینے کی واضح دلیل موجود ہے،اس کے ساتھ اس میں ایک اور معنی بھی موجود ہے کہ فتح صرف لوگوں کے ذہنوں میں قائم تصور کے مطابق اس ظاہری جیت کا نام نہیں بلکہ فتح تو اصلاً دین کے تقاضوں پر ثابت قدمی اختیار کرنے کا نام ہے۔اصحاب الاخدود جن کے ایمان پر ثبات کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکرِ خیر ہمیشہ ہمیش کے لئے اپنی کتاب میں محفوظ فرما دیا،انہیں ایمان پر قائم رہنے یا آگ میں کود جانے میں سے کسی ایک کا اختیار دیا گیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کی بجائے آگ میں کود جانے کو ترجیح دی۔اس حدیث کے آخر میں آتا ہے کہ ظالم بادشاہ نے ان سب لوگوں کو آگ کی خندقوں میں پھینک دینے کا حکم دیا اور جب ایک ماں اپنا بچہ گود میں اٹھائے ہوئے آئی تو دہکتی آگ کو دیکھ کر اسے اپنے بچے کی فکر دامن گیر ہوئی،اور وہ پیچھے ہٹنے کا سوچنے لگی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق وہ بچہ بول اٹھا کہ:''اے میری ماں!صبر کر تو حق پر ہے''۔ان لوگوں کے بارے میں کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ انہیں کیا فائدہ حاصل ہوا یا انہوں نے

اپنی جانیں بے کار میں گنوا دیں۔ ایسا کہنے والا اپنے آپ کو خود سب سے بڑا جاہل ثابت کرے گا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر کے کامیاب ہو گئے اور ان جنتوں میں جا پہنچے جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کر رکھا ہے۔ لہٰذا فتح صرف مادی اہداف کو حاصل کر لینے کا نام نہیں بلکہ فتح تو حق کے تقاضوں پر قائم رہنے کا نام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ اس حدیث میں مزید یہ بھی بیان ہے کہ جب اس لڑکے نے پتھر اٹھایا تو وہ اس وقت بھی جادوگر اور راہب دونوں کے حوالے سے تردد کا شکار تھا کہ ان میں سے حق پر کون ہے۔ اب جبکہ ایک بڑے جانور نے راستہ روک رکھا تھا تو وہ کہنے لگا آج مجھے معلوم ہو جائے گا کہ ان دونوں میں سے کون افضل ہے جادوگر یا راہب۔ اپنی قلت علم کے باعث وہ یہ معلوم کرنے سے قاصر تھا کہ ان دونوں میں سے کون حق پر ہے۔ لہٰذا اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اسے دکھلا دے کہ ان میں سے کون افضل ہے، اگر راہب حق پر ہے تو اس پتھر سے اللہ تعالیٰ اس جانور کو ہلاک کر دے، سو اس نے پتھر پکڑ کر جانور کو مارا تو وہ مر گیا۔ جب راہب آیا تو اس نے سارا ماجرا سننے کے بعد کہا: ''اے میرے بچے آج کے دن تو مجھ سے افضل ہے''۔ راہب کے علم اور لڑکے کی کم علمی کے باوجود راہب کے یہ الفاظ کیا معنی رکھتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس لڑکے کے دل کو ایمان کے نور سے بھر دیا جس کے باعث وہ لا الہٰ الا اللہ کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ دل میں اتر جانے والے یہ الفاظ آج ہم میں مفقود ہیں۔ آج کے نوجوان اس بات کے منتظر ہیں کہ اِس دور کے علماء ان سے بھی یہی کہیں۔ یہ نوجوان جو اپنے سر ہتھیلیوں پر سجا کر لا الہٰ الا اللہ کی نصرت کے لئے نکل کھڑے ہوئے ہیں وہ فی الواقع اس بات کے مستحق ہیں کہ آج کے علماء بھی ان سے وہی الفاظ کہیں جو راہب نے اس لڑکے سے کہے تھے کہ: ''آج کے دن تم ہم سے افضل ہو''۔ یہی اصل حقیقت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کے مطابق ہمارے دین میں فضیلت کا اصل معیار ایمان ہے نہ کہ صرف حصول علم۔ علم اور اس پر عمل دونوں یکساں مطلوب ہیں۔ ایمان کا اصل

پیمانہ تو یہ ہے کہ: ''جس نے ان کے خلاف ہاتھ سے جہاد کیا تو وہ مومن ہے''۔ جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: اور جس نے ان کے خلاف زبان سے جہاد کیا تو وہ مومن ہے اور جس نے ان کے خلاف دل سے جہاد کیا تو وہ مومن ہے اور اس کے بعد تو ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں رہتا''۔ سوان نوجوانوں نے کفر اکبر کے خلاف اپنے ہاتھوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ضرور ان کو شہداء کے زمرے میں قبول فرمائے گا۔ یہ نوجوان اس حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''شہداء کے سردار حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں، اور ان کے علاوہ وہ شخص جو جابر بادشاہ کے مقابلے میں کھڑا ہوا اور اسے نیکی کی تلقین کی اور برائی سے روکا تو اس بادشاہ نے اس پر سختی کی اور اسے قتل کر دیا''۔ اس شخص نے کامیابی کی معراج کو پالیا جبکہ نہ تو اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور پایا اور نہ تابعین کا، لیکن پھر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے سید الشہداء کا مقام جلیل عطا فرما دیا۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جس کی ترغیب خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دلائی، اس کے باوجود کوئی عاقل مسلمان کیسے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس شخص کو اپنے اس عمل سے کیا حاصل ہوا؟ یہ تو ایسی واضح اور صریح گمراہی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہئے۔ یہ وہ نوجوان تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس عظیم عمل کی توفیق عنایت فرمائی کہ انہوں نے عالمی کفر کے امام امریکہ اور اس کے حلیفوں کو یہ ثابت کر دکھایا کہ تم ہی اصل میں باطل پر ہو اور تم ہی صریح گمراہی میں مبتلا ہو۔ یہاں تک کہ لا الٰہ الا اللہ کی خاطر انہوں نے اپنی جانیں تک قربان کرنے سے دریغ نہ کیا۔ ان عظیم واقعات سے متعلق ہماری یہ گفتگو ذرا طویل ہوگئی لہٰذا میں اپنی بات کو مختصر کرتے ہوئے اسے امریکہ کے خلاف اس کے عسکری اور معاشی اہداف پر کارروائیوں کو جاری رکھنے پر مرکوز کرتا ہوں کہ بلاشبہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امریکہ کے خاتمہ کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے اور اس کی معیشت مسلسل زوال پذیر ہے۔ تاہم ابھی ایسی مزید کارروائیوں کی ضرورت

ہے۔نو جوانوں کو چاہئے کہ وہ امریکہ کے لئے معاشی اعتبار سے اہمیت کے اہداف تلاش کریں اودشمن کو اس کے اپنے گھر میں نشانہ بنائیں ۔اپنی گفتگو کے اختتام سے پہلے میں عزم وہمت کے پیکر ان جوانمرد شہسواروں کو ۔جنہوں نے امت کی پیشانی سے داغِ ندامت دھوڈالا، چند اشعار میں خراج عقیدت پیش کرنا چاہوں گا۔ یہ اشعار ان سب کے علاوہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رستے پر چلنے والے ہر شخص کے نام کرتا ہوں۔تاہم اس سے پہلے میں ایک اہم نقطے کی جانب توجہ دلانا چاہوں گا کے بے شک افغانستان میں جاری عرب مجاہدین اور طالبان کے خلاف چوبیس گھنٹے جاری اس جنگ نے امریکی حکومت کی بے چارگی،اس کے ضعف اوراس کے فوجیوں کی نامردی کو صاف ظاہر کر دکھایا ہے ہمارے اورامریکہ کے مابین حائل عسکری ٹیکنالوجی کے اس عظیم فرق کے باوجود یہ لوگ منافقین اورمرتدین پر اعتماداوران کی مدد کے بغیر ایک قدم بھی اٹھانے کے قابل نہیں۔ بھلا ببرک کارمل جوروس کواپنے ملک پر قبضے کے لئے لے کرآیا تھا،اورمعزول صدر برہان الدین،جس سے دین کوسوں دور ہے،ان دونوں کے مابین کیا فرق ہے۔ان میں ایک سرزمینِ اسلام پر روسی قبضے کی راہ ہموار کرنے والا ہے تو دوسراامریکہ کو لے کرآنے والا ہے۔لہٰذا جیسا کہ میں نے بیان کیا،منافقین پراعتماد کی یہ مجبوری امریکی فوج کے ضعف پرواضح دلیل ہے۔اس لئے فرصت کوغنیمت جانتے ہوئے نو جوانوں کو چاہئے کہ امریکہ کے خلاف جہاد اورکاروائیوں کو جاری رکھیں ۔میں اپنی گفتگو کا اختتام ان اشعار پر کرتا ہوں جو میں نے سرزمینِ ایمان ،ارضِ حجاز سے اللہ کی راہ میں نکلنے والے ان ابطال کی نذر کیئے،چاہے وہ غامد وزہران کے قبائل میں سے تھے یا بنوشہر سے،بنوحرب سے تھے یا نجد سے۔اللہ تعالیٰ ان سب کوقبول فرمائے۔اور جو مکہ مکرمہ سے نکلے جن میں سالم،نواف الحازمی اورخالد المحضار شامل ہیں یا جو مدینہ منورہ سے نکلے، یہ وہ عظیم جانباز تھے جو دنیا اوراس کی لذتوں کو چھوڑتے ہوئے صرف اورصرف لا الٰہ الا اللہ کی خاطر فی سبیل اللہ کھڑے ہوئے۔میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ان میں سے ہرایک کی کاٹ تیز دھار تلوار سے

زیادہ تھی سلام ہے ان پر جو مصائب کے سمندر میں جا کودے اور دشمن پر قہر بن کر ٹوٹے کہاں خواہشات کے پجاری یہ دنیا اور کہاں اپنے رب کے ہاتھ اپنی جانیں بیچ دینے والے یہ نوجوان ۔تلواریں ان کے سروں پر منڈلا رہی تھیں ۔مگر پھر بھی ان کے چہروں پر مسکراہٹ تھی ۔ یہ اپنے سینوں کو ڈھال بناتے ہوئے کھڑے ہوگئے ۔حالانکہ کو کوئی مجبور کرنے والا نہ تھا۔جس وقت چہار سو تاریکیاں چھا چکی تھیں ۔اور درندے ہم پر جھپٹ رہے تھے ۔ ہمارے گھروں سے خون کی ندیاں جاری تھیں ۔اور باغی ہم پر ٹوٹ پڑے تھے ۔میدان تلواروں کی چمک اور گھوڑوں کی ٹاپ سے خالی تھے ۔جبکہ مظلوموں کے لئے صرف اور سسکیاں تھیں ۔اور وہ بھی ڈھول باجوں کی آواز تلے دب چکی تھیں ۔ایسے میں یکدم وہ ایک تیز آندھی کی مانند اٹھے اور ان کے محلات کو زمین بوس کرتے ہوئے انہیں یہ پیغام دے چلے کہ ہم تم سے ہونہی ٹکراتے رہیں گے ۔جب تم ہماری ایک ایک زمین سے نکل نہ بھاگو۔والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!